عَبَسَ وَتَوَلَّىٰٓ ۝ أَن جَآءَهُ ٱلۡأَعۡمَىٰ ۝ کے معنی اور مفہوم

قرآنِ مجید سرچشمہ ہدایت ہے۔ آقائے نامدار، رسول کریم ﷺ نے اس کے ذریعے لوگوں کو اندھیروں میں سے نکال کر روشنی میں لے جانا ہے اور انہیں صراط مستقیم پر ڈالنا ہے کہ منزل پر پہنچ جائیں۔ انسان تنہا نہیں، معاشرے میں مقیم ہے۔ اس لئے انسان کی رہنمائی اور رہبری کا فریضہ احسن طریقے سے انجام دینے کا دعویٰ کرنے والی کتاب کی پرکھ یہ ہے کہ اس میں ہر ایک انسان کے متعلق بتایا جائے تاکہ دنیا میں ہر انسان اپنے ہمعصر انسان سے محتاط رہ سکے۔ قرآنِ مجید میں ہر ایک انسان، پہلے انسان آدم علیہ السلام سے لے کر سب سے آخر میں پیدا ہونے والا انسان، زیرِ بحث لایا گیا ہے، نام لے کر یا نام لئے بغیر۔

لَقَدۡ أَنزَلۡنَآ إِلَيۡكُمۡ كِتَٰبٗا فِيهِ ذِكۡرُكُمۡۚ أَفَلَا تَعۡقِلُونَ ۝١٠

اب ہم نے تمہاری طرف کتاب کو نازل کیا ہے۔ جس میں تمہارا ذکر ہے۔ تو کیا تم سمجھو گے نہیں؟'' (الانبیاء۔۱۰)

قرآنِ مجید کو ہر ایک انسان دھیان سے پڑھے تو اسے اپنی شخصیت اور نفسیات اس میں مذکور ملے گی۔ لوگوں کیلئے ہدایت اور رہبری کا فریضہ انجام دینے کا دعویٰ کرنے والی کتاب کی پرکھ یہ ہے کہ تمام کے تمام انسانوں کی پہچان کرائے۔ یہ قرآنِ مجید کا اعجاز ہے۔

انسان قوموں اور قبائل میں منقسم ہیں۔ یہ ان کا تعارف ہے، پہچان (معرفت) نہیں۔

وَجَعَلۡنَٰكُمۡ شُعُوبٗا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْۚ

''اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تمہارا تعارف ہو'' (حوالہ الحجرات۔۱۳)

لسان کے حوالے سے انسان عربی اور عجمی میں منقسم ہے۔ لسان بھی تعارف ہے انسان کی پہچان نہیں۔ انسان کی جلد کا رنگ مختلف ہے، یہ بھی اس کا تعارف ہے، اس کی ذات، شخصیت (person, personality) کی پہچان نہیں۔

وَمِنۡ ءَايَٰتِهِۦ خَلۡقُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ''اور اس کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کا بنانا

وَٱخۡتِلَٰفُ أَلۡسِنَتِكُمۡ وَأَلۡوَٰنِكُمۡۚ اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا ہے'' (حوالہ الروم۔۲۲)

ظاہر تعارف ہے اور باطن، پنہاں پہچان ہے۔ تعارف مرئی ہے، پہچان غیر مرئی، خفی ہے۔ جس کا ظاہر ہے اس کا باطن ہے۔ اور جس ظاہر کا باطن ہے اس باطن کو بتدریج عیاں ہونا ہے کہ ذات ایک غیر منقسم اکائی ہے۔ انسان کا مرئی تعارف اس کا جسم، نام، ولدیت، قبیلہ، قوم، زبان، رنگ، معاشی اور سیاسی مقام وحیثیت اور اس کا اقرار وانکار ہے کہ یہ ''عام'' (نکرہ) سے اسے ''خاص'' (معرفہ) کر دیتا ہے۔ لیکن یہ اس کی اپنی ذات، شخصیت (Person) کی پہچان نہیں کیونکہ ان باتوں سے وہ ''متعین'' نہیں ہوتی۔

ذات کی پہچان صفات، سوچ اور نفسیات ہے اور یہ رویئے، روش، انداز، برتاؤ سے عیاں ہوتی ہے۔ کوئی بھی شخص اپنے تعارف کی بنا پر نہ ارفع ہوتا ہے اور نہ رد (condemn)۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ

''بیشک تم میں سے اللہ کے نزدیک مکرم (صاحب عزت وقار) وہ ہے جو تم میں تقویٰ پر ہے'' (الحجرات۔۱۳)

رب العزت نے سورۃ المدثر (ٱلْمُدَّثِّرُ آقائے نامدار ﷺ کا خطاب ہے) میں ایک واقعہ کی خبر یوں دی ہے:

ذَرْنِى وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ﴿١١﴾ وَجَعَلْتُ لَهُۥ مَالًا مَّمْدُودًا ﴿١٢﴾ وَبَنِينَ شُهُودًا ﴿١٣﴾
وَمَهَّدتُّ لَهُۥ تَمْهِيدًا ﴿١٤﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ﴿١٥﴾ كَلَّآ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ لِءَايَـٰتِنَا عَنِيدًا ﴿١٦﴾
سَأُرْهِقُهُۥ صَعُودًا ﴿١٧﴾ إِنَّهُۥ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾
ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ وَٱسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ إِنْ هَـٰذَآ إِلَّا
سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنْ هَـٰذَآ إِلَّا قَوْلُ ٱلْبَشَرِ ﴿٢٥﴾

''مجھے اور اسے چھوڑ دیں جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور جسے بڑھتا ہوا مال دیا اور حاضر باش بیٹے اور اس کے کام کو خوب آسان کیا۔ پھر بھی طمع کرتا ہے کہ میں اسے اور دوں۔ ہرگز نہیں! وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔ میں اسے چڑھائی پر چڑھادونگا۔ اس نے سوچا اور اندازہ کیا۔ وہ خوار ہو! اس نے کیسا اندازہ کیا!۔ وہ پھر خوار ہو اس نے کیسا اندازہ کیا!۔ بعد ازاں اس نے نگاہ اٹھائی (اور ایک اندھے کو آتے دیکھا)۔ پھر تیخ پا ہوا اور برا منہ بنایا (کہ وہ اندھا ان کے پاس آیا)۔ پھر اس نے (اس سے) پیٹھ پھیر لی یعنی تکبر کیا۔ اور (رسولِ کریم ﷺ سے) بولا ''یہ تو محض جھوٹ ہے جو چلا آتا ہے۔ یہ بات ماسوائے ایک بشر کے قول کے کچھ نہیں'' (المدثر ۱۱۔۲۵)

ان آیات مبارکہ میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ سے ایک شخص محو گفتگو ہے۔ یہ بات کہ وہ ایک شخص تھا آیت ۱۱، ۱۶ اور ۲۴، ۲۵ سے انتہائی واضح ہے اور اس بات سے بھی کہ ضمیر، صیغے واحد کے ہیں۔ اور رسول کریم ﷺ کے ساتھ محو گفتگو شخص کا تعارف یوں کرایا گیا کہ معاشی اور سیاسی طور پر صاحب حیثیت انسان ہے جو زیادہ کی طلب سے مغلوب ہے، وہ اپنی سوچ اور اندازے بیان کرتا ہے، جن کے متعلق واضح فرمایا کہ انتہائی ناپسندیدہ اور لغو تھے۔

آقائے نامدار ﷺ نے مذکورہ شخص کو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آیتیں سنائی ہیں اور پھر إِنَّهُۥ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾

وہ سوچ (فَکَّرَ) اور اندازے لگانے (قَدَّرَ) میں محو تھا۔ فَکَّرَ (واحد مذکر غائب ماضی معروف) کا مادہ ''ف ک ر'' ہے جس کے معنی کسی چیز یا معاملے میں اطمینان سے ایک خاص ترتیب کے ساتھ غور کرنا ہیں۔ اور پھر کیا ہوا؟ ثُمَّ نَظَرَ ''بعد ازاں اس شخص نے نگاہ اٹھائی، دیکھا''۔ نَظَرَ (واحد مذکر غائب ماضی معروف) کا مادہ ''ن ظ ر'' ہے جس کے معنی آنکھ اٹھا کر دیکھنا، نگاہ ڈالنا ہیں۔ نَظَرَ کے معنی غور و فکر (فَکَّرَ) کرنا نہیں ہیں۔ کسی شئے کو محض دیکھنے سے غور و فکر کی منزل شروع نہیں ہوتی۔ نظر جب تک بصر میں تبدیل نہ ہو تو کسی بھی شئے پر سوچنے کا مرحلہ ہی نہیں آتا۔ نظر اور بصر میں بے پناہ فرق ہے۔

وَتَرَىٰهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝

''اور آپ (ﷺ) دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھ (ینظر) رہے ہیں حالانکہ وہ نہیں دیکھتے'' (حوالہ الاعراف۔۱۹۸)

وَمِنْهُم مَّن يَنظُرُ إِلَيْكَ

''اور ان میں کچھ آپ (ﷺ) کی طرف دیکھتے (ینظر) ہیں۔

أَفَأَنتَ تَهْدِى ٱلْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوا۟ لَا يُبْصِرُونَ ۝

تو کیا آپ اندھوں کو راہ دکھائیں گے اگرچہ راستہ ان کی بصارتوں میں نہ ہو؟'' (یونس۔۴۳)

سماعتوں کی طرح بعض لوگ بعض اوقات صرف اس حد تک دیکھتے ہیں کہ بات حواس کی یاداشت (Sensory Memory) سے آگے نہیں بڑھتی۔ جوں ہی آنکھ پھری پچھلی دیکھی ہوئی شئے یاداشت سے محو ہوگئی۔ نظر اس وقت بصارت میں تبدیل ہوتی ہے جب دیکھی ہوئی شئے، علامت، نشانی، راستہ یاداشت میں اس انداز میں محفوظ ہو جائے کہ اسے یاد (Retrieve,decode,recode) کر کے دیکھا جا سکے۔ ہم راہوں کو دیکھتے، جانتے اور پہچانتے اس بناء پر ہیں کہ وہ ہماری یاداشت میں محفوظ ہوتے ہیں۔ آنکھ (eyeball) ایک ذریعہ ہے اور بصارت (vision) صلاحیت ہے جس سے ہم دیکھی جانے والی شئے (object) کی خصوصیات، جزئیات (features) کو دیکھتے اور ممیز کرتے ہیں جس کی بناء پر وہ یاداشتوں (Memory) میں محفوظ بھی ہو جاتے ہیں جیسے رنگ، شکل، حجم (size)، جزئیات، گہرائی، نشیب و فراز، تفاوت اور نہ جانے کیا کچھ۔ بصارت (vision) دیکھی جانے والی شئے پر نگاہ کو مرکوز (focus) کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ نَظَرَ کے معنی غور و فکر (فَکَّرَ) کرنا ہیں یا نہیں۔

ثُمَّ نَظَرَ ۝ ''بعد ازاں اس شخص نے نگاہ اٹھائی، دیکھا'' اور دیکھنے کے بعد اس کا ردِ عمل کیا تھا؟ بتایا

ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ''پھر شکن آلود (تیخ پا) ہوا اور برا منہ بنایا''۔ عَبَس کا مادہ ''ع ب س'' ہے اور در اصل اس گوبر اور پیشاب کو

کہتے ہیں جو اونٹ، چوپائے کی دم سے لتھڑ کر خشک ہو جائے (تاج) جناب راغب نے کہا ہے کہ سینے کی تنگی سے چہرے کے بگڑنے کو کہتے ہیں۔ درحقیقت عَبَسَ ایک ناگوار کیفیت اور احساس کو نمایاں کرتا ہے اور یہ بات صرف اللہ کی خاطر لوگوں کو کھانا کھلانے والوں کے اس قول سے واضح ہے کہ انہیں اپنے رب کی جانب سے اس دن کا خوف ہے يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ''وہ دن ایک سخت، پریشانی اور اذیت والا مشکل دن ہے'' (حوالہ الانسان، الدھر۔۱۰)۔ لفظ قَمْطَرِيرًا کا مادہ ''ق م ط ر'' ہے اور اس لکڑی کی بیڑی کو کہتے ہیں جو مجرموں کے پاؤں میں ڈال دی جاتی تھی تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں (تاج، محیط، راغب) اس سے انہیں چلنے پھرنے میں سخت اذیت پہنچتی تھی۔ اور پھر اس سے یہ لفظ تکلیف، پریشانی، سختی اور اذیت کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ سختی کی وجہ سے آنکھوں اور ابروؤں پر جو شکنیں پڑ جاتی ہیں ان کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ عَبَسَ کے معنی سے جس کیفیت اور احساس کا اظہار ہوتا ہے وہ سینے کی تنگی اور ناگواری ہے اور سینے کی تنگی، سختی، ناگواری کا اظہار چہرے اور ماتھے کی شکنوں، تیوری، بگاڑ سے عیاں ہوتا ہے۔

ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ میں بَسَرَ کا مادہ ''ب س ر'' ہے اور اس کے بنیادی معنی کسی چیز کا وقت سے پہلے نامکمل حالت میں جلدی ہو جانا ہیں۔ ہر تر و تازہ چیز نیز کھجور جو ابھی پکی نہ ہو (تاج، راغب) اس کے معنے شدت کراہت سے کسی کی طرف دیکھنے کے بھی ہیں، اظہار ناگواری۔ کسی چیز کا وقت سے پہلے ہو جانا بدمزگی کا موجب ہوتا ہے اور بدمزگی سے منہ بگڑتا ہے۔

ثُمَّ نَظَرَ ۝ ''پھر اس شخص نے نگاہ اٹھائی، دیکھا'' تو ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ''پھر شکن آلود (سیخ پا) ہوا اور برا منہ بنایا''۔ اگر ہم کسی بھی کتاب کو اس انداز میں پڑھنے کے عادی نہیں جیسے بعض لوگ الفاظ کی سطح پر بہتے ہوئے کتاب اور واقعات (اخبار، ہفتہ وار رسالے) کو پڑھتے چلے جاتے ہیں بلکہ توجہ اور انہماک سے کتاب کو پڑھتے ہیں تو پھر اس مقام پر ہمارے ذہن میں یہ سوال ضرور ابھرے گا کہ آخر اس امیر اور صاحب حیثیت شخص نے کیا دیکھا تھا جس نے اس کیلئے ناگواری اور بدمزگی کی کیفیت پیدا کر دی؟ اس ناگواری اور بدمزگی کی کیفیت پیدا ہونے پر اس شخص کے ردِعمل پر غور کرنے سے بات سمجھ آ جائے گی

ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ''پھر اس نے [اُس سے] پیٹھ پھیر لی یعنی تکبر کیا''۔ اس سے قبل کہ کوئی معترض ہو واضح کر دینا بہتر ہے کہ قوسین میں ''اُس سے'' بات کی وضاحت کیلئے لکھا ہے۔ آیت مبارکہ میں اس کیلئے لفظ موجود نہیں اور اس کیلئے لفظ استعمال کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ صاحب ثروت امیر آدمی کے عمل ہی سے یہ بات واضح ہے کہ اس نے تکبر سے پیٹھ کسی تیسرے شخص سے پھیری تھی کیونکہ آقائے نامدار ﷺ سے تو پہلے ہی سے وہ محو گفتگو تھا اور انہیں دیکھ رہا تھا۔ امیر اور صاحب حیثیت شخص کے متعلق جب یہ بتایا جائے کہ اس نے تکبر سے پیٹھ پھیر لی تو ظاہر ہے کہ وہ اس شخص کو معمولی اور کمتر سمجھتا ہے جس سے پیٹھ پھیری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے مخالف اُس صاحب حیثیت شخص نے کس شخص کو معمولی اور کمتر سمجھتے ہوئے ناگواری اور کراہت سے پیٹھ پھیر لی تھی؟

قرآنِ مجید نُصَرِّفُ ٱلْأَيَٰتِ یعنی تصریف آیات کے ذریعے واقعہ کو بیان کر کے اس کے معنی، مفہوم، وسعت، گہرائی، مختلف زاویے، منتہا ئیں، مدعا و مقصد اور حقیقت کو نکھار کر قاری کیلئے واضح کرتا ہے۔ اس واقعہ کو سورۃ عَبَسَ میں بھی بتایا ہے

عَبَسَ وَتَوَلَّىٰٓ ﴿١﴾ أَن جَآءَهُ ٱلْأَعْمَىٰ ﴿٢﴾ ''اس (صاحب حیثیت شخص) نے (عَبَسَ) اظہار ناگواری کیا اور اپنے آپ کو پھیر لیا کہ ان (رسولِ کریم ﷺ) کے پاس ایک نابینا (عام سا آدمی) آیا'' (عبس ۱۔۲)۔ اس صاحب حیثیت شخص نے صرف چہرے سے اظہار ناگواری پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ ثُمَّ أَدْبَرَ وَٱسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ ''پھر اس نے (اس اندھے کی طرف سے) پیٹھ پھیر لی یعنی تکبر کیا'' (المدثر۔۲۳)۔ عَبَسَ کے بعد أَدْبَرَ اور عَبَسَ کے بعد تَوَلَّىٰٓ کے معنی ایک ہی ہیں۔ أَدْبَرَ اور تَوَلَّىٰٓ دونوں کے معنی ''اس نے پیٹھ پھیری'' ہیں۔ دونوں ماضی کا صیغہ، واحد مذکر غائب ہیں۔

سورۃ المدثر میں بتایا ثُمَّ نَظَرَ ٥ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ٥ ثُمَّ أَدْبَرَ وَٱسْتَكْبَرَ ٥ '' پھر اس صاحب حیثیت شخص نے نگاہ اٹھائی، دیکھا۔ پھر شکن آلود ہوا اور برا منہ بنایا۔ پھر اس نے پیٹھ پھیر لی یعنی تکبر کیا''۔ اب سورۃ عَبَسَ کی پہلی دو آیتیں پڑھیں عَبَسَ وَتَوَلَّىٰٓ ﴿١﴾ أَن جَآءَهُ ٱلْأَعْمَىٰ ﴿٢﴾ ''اس (صاحب حیثیت شخص) نے (عَبَسَ) اظہار ناگواری کیا اور اپنے آپ کو پھیر لیا کہ ان (رسولِ کریم ﷺ) کے پاس ایک نابینا (عام سا آدمی) آیا''۔ ایک اندھے عام آدمی کا آنا اس صاحب حیثیت شخص کیلئے تکدر کا باعث (عَبَسَ) بنا جس نے اسے جلدی (بَسَرَ) میں کر دیا (بَسَرَ کے بنیادی معنی کسی چیز کا وقت سے پہلے نامکمل حالت میں جلدی ہو جانا ہیں) اور اس نے پیٹھ پھیری اور رسولِ کریم ﷺ سے یہ کہہ کر چل دیا

فَقَالَ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا قَوْلُ ٱلْبَشَرِ ﴿٢٥﴾

''اور اس ایک شخص نے کہا کہ (اس سے کہی گئی) بات تو ایک پرانا جھوٹ ہے جو بیان ہوتا چلا آ رہا ہے اور یہ بات ماسوائے ایک بشر کے قول کے کچھ نہیں'' (المدثر۔۲۴۔۲۵)

قرآنِ مجید دنیا کے تمام لٹریچر اور کتابوں سے منفرد کتاب ہے کہ یہ خبر، القصص (واقعات) کو بِٱلْحَقِّ دوٹوک بیان کرتا ہے۔ قرآنِ مجید کہانیاں (أَسَٰطِيرُ) بیان نہیں کرتا۔ خبر اور واقعہ سے کہانیاں بنائی جاتی ہیں، لیکن کبھی بھی کہانی سے خبر، واقعہ جنم نہیں لیتا۔ دی گئی خبر اور بیان کردہ واقعہ میں کچھ باتوں کا اضافہ کر دینے اور کرداروں کو نام دے دینے سے کہانی بنتی ہے۔

سورۃ المدثر کی آیات ۱۱۔۲۵ میں صرف ایک صاحب حیثیت شخص کا ذکر ہے جس نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ اور سورۃ عبس کی آیت ۱ میں بھی ایک شخص کا ذکر ہے جس نے ایک نابینا شخص کے آنے پر برا منایا اور پیٹھ پھیری۔ ان دونوں مقام پر بیان کردہ واقعہ میں نہ تو ایک سے زیادہ صاحب حیثیت شخصیت، سرداروں کی موجودگی کا ذکر ہے اور نہ ہی یہ مذکور ہے کہ اپنی آمد پر اس نابینا شخص نے کسی کو زور زور سے پکارا تھا اور نہ ہی یہ کہ اس نے کچھ سوال پوچھ کر صاحب خانہ کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کی کوشش کی تھی۔ اس بیان کردہ واقعہ میں ایک سے زیادہ سرداروں کو موجود کہنا اور نابینا شخص کی آمد کے حوالے سے اس سے یہ منسوب کرنا کہ اس نے پکار پکار کر کچھ کہا بھی تھا قرآنِ مجید کے بیان کردہ واقعہ سے ماوراء خیال آرائی اور اضافہ ہے۔ ہر انسان کی اپنی مرضی اور صوابدید ہے کہ کسی خبر اور واقعہ کے بیان کے متعلق ذرائع میں سے کون سے ذریعے کو قابل اعتماد سمجھتا ہے۔

رسولِ کریم ﷺ (گھر آئے، یا کسی بھی مقام پر) ایک (واحد) امیر، صاحب اولاد شخص (سرداران نہیں) کی طرف انہاک سے متوجہ ہیں اس کی وجہ بتائی

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُۥ يَزَّكَّىٰٓ ﴿٣﴾ أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ ٱلذِّكْرَىٰٓ ﴿٤﴾ ''اور آپ (ﷺ) کو تو اس (نابینا کی آمد) کی خبر نہیں تھی۔ کہ (آپ کی خواہش تھی) شاید وہ امیر آدمی سدھر جاتا۔ یا نصیحت لیتا اور نصیحت اسے فائدہ دیتی۔

أَمَّا مَنِ ٱسْتَغْنَىٰ ﴿٥﴾ فَأَنتَ لَهُۥ تَصَدَّىٰ ﴿٦﴾ وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ ﴿٧﴾ جس نے بے نیازی دکھائی۔ اس لئے آپ (ﷺ) اس کی طرف متوجہ ہیں۔ حالانکہ وہ نہ سدھرے تو آپ (ﷺ) پر الزام نہیں'' (عبس ۳۔۷)

وَأَمَّا مَن جَآءَكَ يَسْعَىٰ ﴿٨﴾ وَهُوَ يَخْشَىٰ ﴿٩﴾ فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ ﴿١٠﴾ ''اور جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے جو آپ (ﷺ) کے پاس شوق سے آیا۔ اور وہ ڈرتا بھی ہے، مگر آپ اس کی طرف متوجہ نہیں ہیں''۔ (عبس ۸۔۱۰)

حرف أَمَّا عام طور پر ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے ہم کہتے ہیں ''باقی رہا یہ کہ۔۔یا'' جہاں تک اس بات کا تعلق ہے''۔ سورۃ عبس کی آیت ۵ اور ۸ میں دو آدمیوں کا موازنہ کیا گیا ہے ایک وہ امیر آدمی مَنِ ٱسْتَغْنَىٰ جس نے بے نیازی دکھائی، مَن جَآءَكَ يَسْعَىٰ اور دوسرا نابینا ''جو اہتمام، کوشش وسعی کر کے آیا ہے'' مَن جَآءَكَ يَسْعَىٰ کے عام طور پر اردو کے مفسرین، مترجمین نے یہ معنی لکھے ہیں ''جو دوڑتا ہوا آیا''۔ ایک نابینا شخص کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ کسی کے گھر یا مقام پر دوڑتا ہوا آیا تھا، ایک بے معنی بات ہے کیونکہ اندھے دوڑنے سے اجتناب برتتے، معذور ہوتے ہیں۔ يَسْعَىٰ کا مادہ 'س ع ی' ہے اور دوڑنے کے علاوہ کسی کام کیلئے اہتمام، دوڑ دھوپ اور کوشش کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی سعی وکوشش ہیں۔ اور کسی بھی کام کیلئے سعی و کوشش شوق، عزم، رغبت کا نتیجہ ہوتا ہے اور ٱسْتَغْنَىٰ اس کی ضد ہے۔

رسولِ کریم ﷺ اس خواہش سے کہ شاید وہ امیر آدمی سدھر جاتا یا نصیحت لیتا جو اسے فائدہ دیتی:

فَأَنتَ لَهُۥ تَصَدَّىٰ ﴿٦﴾ "اس لئے (حرف "ف" کے معنی اس سبب، وجہ سے) آپ (ﷺ) اس کی طرف انہماک سے متوجہ ہیں"۔ تَصَدَّىٰ کا مادہ "ص دی" ہے اور اس کے ایک معنی صدائے بازگشت کی طرح کسی کی طرف پلٹنا ہیں۔ درپے ہو جانا۔ متوجہ ہونا (راغب)۔ اس انہماک سے متوجہ ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو نابینا شخص شوق، سعی و کوشش کر کے آیا تھا رسولِ کریم ﷺ کو اس کے آنے کی خبر ہی نہیں ہوئی تھی فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ ﴿١٠﴾ "اس لئے (حرف "ف" کے معنی اس سبب، وجہ سے) آپ اس کی طرف متوجہ نہیں ہیں"۔ تَلَهَّىٰ کا مادہ "ل ھ و" ہے اور ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنی دو ہیں، اول، کسی چیز کے ذریعے دوسری چیز سے توجہ کا ہٹ جانا، دوم کسی چیز کو ہاتھ سے چھوڑ دینا۔ تَصَدَّىٰ ایک جانب متوجہ ہونا کا نتیجہ، ضد، الٹ تَلَهَّىٰ عدم توجہ ہے۔

سورۃ عبس کی آیات ۵۔۱۰ ایک بار پھر پڑھ لیں اور آپ خود بتائیں کہ اس میں سدھرنے، نصیحت لینے کے امکان کی بات اس امیر شخص کیلئے ہے جس نے مَنِ ٱسْتَغْنَىٰ بے نیازی دکھائی یا اس نابینا شخص کے حوالے سے ہے۔ "حالانکہ وہ نہ سدھرے" اس امیر آدمی کیلئے کہا گیا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ کے پاس شوق و رغبت سے آئے ہوئے ایک ایسے شخص وَهُوَ يَخْشَىٰ ٥ جو اللہ سے ڈرتا بھی ہو کے متعلق یوں نہیں کہا جاتا کہ "شاید وہ سدھر جائے"۔ توجہ اور انہماک سے اسے سدھارنے کی کوشش کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا منحرف (عنید) ہو اور یہ وہی امیر شخص تھا (حوالہ المدثر۔۱۶)

رسولِ کریم ﷺ (گھر آئے، یا کسی بھی مقام پر) سورۃ المدثر کی آیات ۱۱۔۲۵ میں بیان کردہ جس ایک (واحد) امیر، صاحب اولاد شخص (سرداران نہیں) سے گفتگو میں انہماک سے متوجہ ہیں اس نے ایک نابینا شخص کی آمد کو دیکھ کر تکدر اور تکبر کا اظہار کرتے ہوئے اپنی گفتگو کا اختتام اس بات پر کیا إِنْ هَٰذَآ إِلَّا قَوْلُ ٱلْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ "یہ ماسوائے ایک بشر کے قول کے کچھ نہیں"۔ اسی واقعہ کی مزید تفصیل سورۃ عبس کی آیت ۱۔۱۰ میں بیان کرنے کے بعد اس شخص کی اس بات کا جواب آخر میں آیت ۱۱ میں بتایا گیا ہے

كَلَّآ إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾

"نہیں! ہرگز ایسا نہیں (یہ بات بشر کا قول نہیں) یہ بات تو ایک یاد دہانی ہے

فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُۥ ﴿١٢﴾

سو جو چاہے اس (قرآنِ مجید) کو یاد رکھے" (عبس ۱۱۔۱۲)

یہ بات کہ كَلَّآ إِنَّهَا تَذۡكِرَةٌ ﴿١١﴾ اس شخص کی اس بات إِنۡ هَٰذَآ إِلَّا قَوۡلُ ٱلۡبَشَرِ ﴿٢٥﴾ کا جواب ہے حرف كَلَّآ کے استعمال سے واضح ہے۔ یہ حرف عام طور پر ان معنوں میں آتا ہے جن معنوں میں ہم اردو میں کہتے ہیں ''نہیں بات یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ''۔ ''حقیقت یہ ہے''۔''واقعہ یہ ہے''۔ یہ حرف خلاف حقیقت کی تردید اور حقیقت کے متعلق حتم و یقین کو بیان کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ كَلَّآ إِنَّهَا تَذۡكِرَةٌ ﴿١١﴾ میں اس شخص کی ایک بات کیلئے ضمیر ''ھا'' استعمال ہوئی ہے جو واحد مؤنث غائب کیلئے آتی ہے۔ اور سورۃ المدثر میں اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد اگلی آیتوں میں اس شخص کے کہے گئے قول کا جواب بیان کرنے کی بجائے اسے دی جانے والی سزا کے متعلق بتایا اور سورۃ کے آخر میں قرآنِ مجید کے حوالے سے فرمایا كَلَّآ إِنَّهُۥ تَذۡكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ ''نہیں! بیشک یہ (قرآنِ مجید) نصیحت ہے''۔ یہاں ضمیر ''ہ'' استعمال ہوئی ہے جو واحد مذکر غائب کیلئے آتی ہے اور قرآنِ مجید کے حوالے سے ہمیشہ یہی ضمیر استعمال ہوتی ہے۔ اور اس صاحب حیثیت شخص اور نابینا کا واقعہ بیان کرنے کے بعد سورۃ عبس کی آیت ۱۲ کے الفاظ فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُۥ ﴿١٢﴾ کو من وعن سورۃ المدثر کی آیت ۵۵ میں بیان فرمایا فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُۥ ﴿٥٥﴾ ''سو (اس سے قطع نظر کہ صاحب حیثیت ہے یا عام نابینا شخص) جو چاہے اس (قرآنِ مجید) کو یاد رکھے''۔

قرآنِ مجید لازوال تفسیر حقیقت ہے۔ یہ ٱلۡحَقُّ دوٹوک بیانِ حقیقت ہے۔ قرآنِ مجید ٱلۡقَصَصِ یعنی واقعات بیان کرتا ہے۔ عربی زبان میں ٱلۡقَصَصِ یعنی قصے کے معنی کہانی نہیں ہیں۔ ٱلۡقَصَصِ کا مادہ ''ق ص ص'' ہے اور معنی ہیں کسی کے پیچھے پیچھے اس کے نقوش قدم پر چلنا۔ فَٱرۡتَدَّا عَلَىٰٓ ءَاثَارِهِمَا قَصَصًا ''پھر وہ اپنے قدموں کے نشانوں پر وہاں لوٹے'' (الکہف۔۶۴)۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنی کسی چیز کا پیچھا کرنے اور جستجو کے ہوتے ہیں۔ ٱلۡقَصَصُ کے معنی ہیں خبر بتانا، اس پر مطلع کرنا جیسے الاعراف کی آیت ۱۰۱ میں بتایا: تِلۡكَ ٱلۡقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيۡكَ مِنۡ أَنۢبَآئِهَاۚ ''یہ تھیں بستیاں جن کی خبروں میں سے کچھ ہم آپ (ﷺ) سے بیان کر رہے ہیں''۔

قصہ واقعات کا بیان ہے، خبر ہے۔ خبر میں اہمیت اصل واقعات کا احاطہ کرنے کی ہوتی ہے جب کہ کہانی بنیادی طور پر کرداروں کے گرد گھومتی ہے۔ کہانیوں میں ناموں کی اہمیت سرفہرست ہوتی ہے لیکن خبر اور قصہ، یعنی واقعات کے بیان میں ناموں کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے کہ ان واقعات کی خبر دینے کا مقصود تذکیر و موعظت ہے، لطف و سرور نہیں۔ خبر اور واقعہ میں کچھ قطع و برید، کچھ اضافہ، مبالغہ اور

مرئی اجسام، شبیہیں داخل کرنے اور کرداروں کو نام دینے سے جو شئے وجود میں آتی ہے وہ افسانہ، کہانی، روایت اور داستان ہے اور یہ سرعت سے لوگوں میں پھیلتی ہے کیونکہ خبر کے تذکیر و موعظت کے پہلو کو دباتے ہوئے مختلف انداز کے لطف و سرور کے سامانِ تسکین انسان کیلئے مہیا کرتی ہے۔ ماضی میں پیش آئے کسی واقعہ کو بیان کرنے کا حق اس کے عینی شاہد کو ہوتا ہے۔ عینی شاہد کے بیان کردہ واقعہ میں اگر میں یا آپ باتوں کا اضافہ کریں گے تو پھر وہ میری اور آپ کی ترتیب دی ہوئی کہانی کہلائے گی شاہد، گواہ کا بیان کیا ہوا واقعہ نہیں۔ اللہ رب العزت کا سورۃ المدثر کی آیت ۵۵ اور عَبَسَ کی آیت ۱۲ میں ارشاد ہے

فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُۥ ﴿٥٥﴾ فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُۥ ﴿١٢﴾

''اس لئے جو چاہے اس (قرآنِ مجید) کو یاد رکھے''

انسان کی اپنی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ کیا یاد رکھنا چاہتا ہے۔ سنی سنائی کہاوتیں اور کہانیاں یا کتاب لاریب کا بیانِ حقیقت۔

عالمین کی سب سے عظیم تخلیق، آقائے نامدار، رسولِ کریم ﷺ پر درود و سلام ہے ہر لمحہ صبح و شام۔ میرے آقا کے شایان نہیں کہ ناگواری کے احساس تلے تیوریوں پر بل پڑیں۔ ان کا قلب مبارک تو ان کیلئے بھی غم سے بھرا ہوا ہے جو ان سے حسد اور بغض رکھتے ہیں۔ آقائے نامدار ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق قرآنِ مجید کے حاشیوں یا کہیں بھی کوئی چھوٹا لفظ لکھا ہوا دیکھیں تو مکمل یقین اور اعتماد سے اسے کاٹ دیا کریں کہ غلط ہے۔